مشرق وسطیٰ میں اسلامی بیداری کی لہر

ڈاکٹر محمد سلیم
اندرا گاندھی نیشنل اوپن یونیورسٹی ،نئی دہلی

مشرق وسطیٰ مغرب کی نظر میں ہمیشہ اہمیت کا حامل رہا ہے اور حالیہ دنوں میں اس کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے۔ اس کی بنیادی وجوہات یہ ہیں کہ یہ جغرافیائی وسیاسی اعتبار سے دنیا کی سیاست نیز تہذیب وتمدن کا گہوارہ رہا ہے۔ مصر اور عراق دنیا کی قدیم تہذیبوں میں سے ہیں۔ ایران جسے قدیم زمانے میں فارس کہا جاتا تھا، عظیم تہذیبی وراثت کے حامل ہونے کے ساتھ ہی ، اہم فکری وعلمی مرکز رہا ہے، اور آج ایک بار پھر اسی خود داری اور خود اعتمادی کے ساتھ انسانیت کو امن وآشتی کا پیغام دینے کی غرض سے آگے رہا ہے۔ یعنی اپنا تاریخی مشن دوہرانا چاہتا ہے۔

مشرق وسطیٰ اس لحاظ سے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ یروشلم اس کے قلب میں واقع ہے، جس کو دنیا کے تین عظیم مذاہب ، اسلام ، عیسائیت اور یہودیت مقدس مانتے رہیں مسلمانوں کے لیے تو یہی وہ مقام ہے جہاں پر ان کا قبلۂ اول واقع ہے اور یہیں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کا سفر شروع کیا اور تمام انبیاء کی امامت کرائی۔

مشرق وسطیٰ کی اہمیت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ یہ خطہ یوروپ سے کافی قریب ہے۔ یہیں سے اسلام کی شعاعِ امید روشن ہوئی جس نے مغرب کو روشنی دی۔ علم وفن کے میدان میں تعمیر وترقی کے راستے دکھلائے نیز تحقیق وجستجو کے میدان میں یوروپ کی حد درجہ مدد کی۔

موجودہ دور میں اس خطے کے ممالک کے پاس تیل اور قدرتی گیس کا ذخیرہ ہے اور ان وسیع وبیش قیمت قدرتی وسائل کو امریکہ اور اس کے حواری نہ صرف سب سے زیادہ استعمال کررہے ہیں بلکہ ان پر اپنا قبضہ جمانے کے لئے بہانے تلاش کرتے رہتے ہیں اور ان حکمرانوں کو اقتدار پر قابض رہنے میں مدد کرتے ہیں جو ان کے اشارے پر ناچنے کے لئے ہمہ وقت تیار ہوں۔

اسی کے ساتھ ہی مغرب کو اگر کسی سے سب سے زیادہ خطرہ محسوس ہوتا ہے تو وہ اسلام سے ہے۔ یوں تو سوویت یونین کے زوال کے بعد بعض مغرب نواز دانشوروں نے یہ اعلان کردیا تھا کہ

اب نظریات کا خاتمہ End of Ideology ہو چکا ہے۔ اب محض امریکہ کی قیادت میں سرمایہ دارانہ نظام ہی رہتی دنیا تک جاری وساری رہے گا۔ Frahcis Fukuyama نے چند قدم آگے بڑھ کر اسے End of History (تاریخ کا خاتمہ) ہی کہہ دیا۔ پھر بھی مغرب کی صفوں میں کچھ ایسے دانشور تھے جنہوں نے امریکہ کے زیر قیادت سرمایہ دارانہ نظام کی ابدیت سے انکار کیا۔ اور یہ ثابت کیا کہ اسلام کے پاس ایک مکمل نظام حیات ہے جو مغرب کے فرسودہ نظام کو چیلنج دے سکتا ہے Samuel P.Huntington نے اپنی کتاب Clash of civolization میں باضابطہ اس کی پیشین گوئی بھی کردی۔ اور پوری طرح ثابت کردیا کہ اسلام کے پاس وہ سیاسی، معاشرتی اور معاشی نظام ہے جس کے بل پر وہ مغرب کو مات دے سکتا ہے۔ اس حقیقت سے امریکہ بخوبی واقف ہے۔

اس کی بنیادی وجہ اسلام کا شاندار ماضی ہے۔ یہ نظام رحمت ہے، یہ دین انسانیت ہے، اسے کسی خاص، قوم، قبیلے، سوسائٹی، طبقے، جماعت یا گروہ کے لئے نہیں بلکہ ساری انسانیت کے لئے بھیجا گیا۔اسی لیے انتہائی قلیل عرصے میں دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیل گیا۔ ایک لمبے عرصے تک مسلمانوں نے دنیا کے زیادہ تر حصوں پر حکومت کی۔ یہ سلسلہ ۱۹۲۴ء میں آکر رک گیا۔ کیونکہ اپنوں کی سادگی وراغیار کی سازشوں کے نتیجے میں خلافت اسلامیہ کا زوال ہوا۔ عالم اسلام کے لیے یہ ایک اندوہناک واقعہ تھا۔ لاکھ کمزور سہی تاہم مسلمانوں کے پاس ایک عالمی سیاسی مرکز تھا جس پر وہ نازاں تھے۔ عالم عرب میں سب سے زیادہ اس حقیقت کو شیخ جمال الدین افغانی نے محسوس کیا۔ اور اسلامی دنیا کو ایک بار پھر متحد کرنے کے لئے کوشاں ہو گئے۔ انہیں کے شاگرد اور مصر کے مشہور عالم دین شیخ محمد عبدہٗ نے اس مشن کو اور آگے بڑھایا اور ان کے نظریات کی ترجمانی کی۔ محمد عبدہٗ کے بعد ان کے شاگرد اور ایک عظیم مصری عالم نیز مجلّہ ''المنار'' کے ایڈیٹر شیخ رشید رضا مصری نے اس علم کو اپنے ہاتھ میں لیا۔

عالم عرب کے ان عظیم علماء کی ابتدائی کوششیں مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے اور ان کو اسلام کا حقیقی پیغام دیاد دلانے پر صرف ہوئیں۔ بعد میں انہیں کوششوں سے متاثر ہوکر حسن البناء شہید نے ایک عظیم اسلامی تحریک ''الاخوان المسلمین'' کی بنا ڈالی۔ اس تحریک سے سید قطب شہید، محمد قطب، شیخ غزالی، شیخ فرغلی، شیخ الہضیبی جیسی شخصیات جڑتی گئیں جنہوں نے اسلام کو ایک عظیم سیاسی، معاشی، معاشرتی اور اخلاقی نظام حیات کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا۔

مغرب کے ذریعہ اقتدار پر بٹھائے گئے حکمرانوں جیسے جنرل ناصر وغیرہ کو الاخوان المسلمین کی روش بالکل پسند نہ آئی اور انہیں ابتلاء وآزمائش کی بھٹی میں جھونک دیا۔ اور وادئی نیل کا یہ قافلۂ سخت جاں طرح طرح کے مصائب سے دوچار ہوتا رہا۔ لیکن وادئ نیل کا نرم رو قاصد ایک بار پھر پیام زندگی لایا اور مغرب کی صفوں میں کہرام مچ گیا۔ حالیہ انتخابات میں اخوان المسلمین ایک بڑی سیاسی طاقت بن کر ابھرے ہیں۔ اور یہ پر اسرار بندے یہ اعلان کر چکے ہیں کہ ان کا مقصد مال غنیمت یا کشور کشائی نہیں بلکہ فسق وفجور، بے حیائی وبد اخلاقی، بدامنی اور افراتفری، کرپشن اور دھونس ودھاندلی کو دور کرنا ہے۔

اس اسلامی بیداری کے نتیجے میں مسلمانوں کی طاقت کا سرچشمہ ایک بار پھر ابل پڑا ہے۔ مغربی مبصرین اس حقیقت کو تسلیم کرنے لگے ہیں کہ ایک بار پھر سے مغربی مفکرین ، دانشوران وسائنسدانوں سے بہتر سیاست ومعیشت نیز سائنس وٹکنالوجی کے میدان میں اسلامی ماہرین ابھریں گے جو ملت اسلامیہ کی مردہ رگوں کو پھر سے زندہ کریں گے۔

اس طرح مصر میں اسلامی سیاسی بیداری کا آغاز ہو چکا ہے۔ تقریباً تیس سال سے اقتدار کی کرسی پر قابض مغرب نواز حکمراں حسنی مبارک کو اقتدار سے سبکدوش ہونا پڑا۔ اور پھر اسلامی پارٹیوں کی اقتدار میں واپسی اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ وہاں کے عوام حق اور صداقت پر مبنی اسلامی جمہوری حکومت چاہتے ہیں۔

اب آیئے تونس پر نگاہ ڈالتے ہیں۔ عرب ممالک میں انقلاب کی لہر کا آغاز یہیں سے ہوا، واقعہ یوں ہے کہ بے روزگاری اور بھوک کی شدت سے پریشان ایک عام شخص نے حکومت کی اجازت کے بغیر سڑک کے کنارے پھل بیچنا شروع کیا۔ حکومت کے اہلکاروں نے اسے زدوکوب کیا اور بالآخر تنگ آکر اس نے خودکشی کرلی۔ اس اندوہناک واقعہ کی خبر سنتے ہی پورے ملک میں کہرام مچ گیا۔ اور ظالم وجابر وبدعنوانی میں ملوث نیز مغرب کے ہمنوا حکمرانوں کے خلاف عام لوگوں کا غصہ پھوٹ پڑا اور مدتوں سے اقتدار پر قابض حکمراں زین الدین بن علی کا تختہ پلٹ دیا گیا۔ بعد میں جمہوری طرز پر انتخاب عمل میں آیا اور اسلام پسند پارٹی حرکۃ النہضہ کو حکومت بنانے کا موقع ملا، اگرچہ مغربی میڈیا نے اسے یاسمین انقلاب کا نام دیا لیکن وہاں کے اسلام پسند باشندوں نے اس ثورۃ الکرامہ یعنی انقلاب عزّ وشرف سے موسوم کیا۔

اخوان المسلمین کی طرح پچھلی نصف صدی سے تونس کے حکمرانوں نے بالعموم اور زین

العابدین نے بالخصوص اسلام پسند پارٹیوں کو حاشیے پر رکھا۔ یہاں تک کہ ۱۹۹۰ء میں اس حکمراں نے النہضہ پارٹی کے سیکڑوں ممبران کو مشکلات کے بھنور میں ڈال دیا، انہیں سخت سزائیں دیں، ان پر مختلف قسم کے الزامات لگاکے اور جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈھکیل دیا۔ ان کے اہم رہنماؤں کو ملک سے باہر نکال دیااور ترکی کے مصطفیٰ کمال اتاترک کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بہت سے اسلامی اقدار وروایات کو پامال کرنے کی کوشش کی۔ پس کوئی تعجب کی بات نہیں اگر اسلامی بیداری کی لہر کا آغاز یہیں سے ہو۔ حالیہ خبروں کے مطابق تونس اسلامی بینک کاری کو فروغ دینے کے لیے کوشاں ہے اور یہ ملک افریقہ میں اسلامی مالیاتی مرکز بنانا چاہتاہے۔

اسلامی بیدری کی یہ لہر لیبیا بھی پہنچ گئی۔معمر القذافی کے بعد امریکہ نے چین کی سانس لی اور ہر طرف خوشی کی لہر دوڑ گئی، لیکن وہاں کے قومی وفاقی کونسل کے سربراہ نے یہ اعلان کرکے امریکہ کو چونکا دیا کہ اسلامی شرعی قوانین ہی ملک کے دستور کی بنیاد ہوں گے۔

اسی طرح مراکش میں پہلے ہی اسلام پسند وزیر اعظم عبد اللہ بن کیران کا انتخاب عمل میں آیا ہے۔ نیز بحرین اور یمن میں مغرب نواز حکمراں اسلامی عوامی بیداری کے آگے گھٹنے ٹیک چکے ہیں۔ اب عرب ممالک میں وہی حکمراں اقتدار کی کرسی پر قابض ہیں جنہیں امریکہ ہر قیمت پر اقتدار کی کرسی پر دیکھنا چاہتاہے تاکہ اس خطے میں امریکی سیاسی ومعاشی مفادات کوآگے بڑھاتے رہیں ۔ یہ بات ابتداہی میں ثابت کی جاچکی ہے کہ یہ خطہ پوری دنیاکے لیے بالعموم اور امریکہ کے لئے بالخصوص انتہائی اہم ہے۔ اسی لیے زیادہ تر عرب حکومتیں اپنے مغربی آقاؤں کے تابع تھیں۔ انہیں کے اشارے پر ناچتی تھیں، انہیں کے فرسودہ اصول وضوابط ونظریات کے مطابق حکومت کررہی تھیں۔ اپنے بے پناہ قدرتی وسائل کو بے دردی سے لٹارہی تھیں۔تعمیر وترقی نیز علم وفن کے میدان میں انہوں نے کچھ نہیں کیا۔ پسماندگی بے روزگاری ، عدم مساوات نیز غربت وافلاس ایک بڑے طبقے کا مقدر بن گیا۔ چند غیور وخوددار عرب اس ذلت ونکبت کی زندگی کوکب گوارا کرسکتے تھے لیکن حکومت کے آہنی پنجوں کی گرفت میں آکر مجبور تھے۔ آخرکار تونس سے آزادی اور انقلاب کا ایک طوفان اٹھا جس نے دیکھتے ہی دیکھتے بیشتر عرب ممالک کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ اس انقلاب کے بعد جب وہ انتخابات کے میدان میں حکمرانوں کومنتخب کرنے کے لئے اترے تو مکاروعیار اورفریبی وسازشی ظالم حکمرانوں کو چھوڑکو خداپرست، ایماندار، حق گواور بیباک اسلامی رہنماؤں اور ان کی پارٹیوں کوترجیح دینے لگے۔

اسلام پسند حکمرانوں کی کی کامیابی کاراز یہ ہے کہ ان کا مقصد مال غنیمت جمع کرنا یا کشور کشائی یا مغربی آقاؤں کی وفاداری نہیں بلکہ خدا کے بندوں کو خدائی سرزمین پر ان کا حق دلانا ہے۔ انہیں امن وسکون کی زندگی اور خدا کے بتاتے ہوئے اصولوں کے مطابق زندگی گذارنے کا سلیقہ عطا کرنا ہے۔ ان انقلابی عوام کی نظر میں اسلام خداوند عالم کا پسندیدہ ترین دین ہے جس میں وہ تمام صفات بدرجۂ اتم موجود ہیں جن کی امت اسلامیہ عالم کو ضرورت ہے اور ان کا بھرپور عقیدہ وایمان ہے کہ اللہ سب سے بڑا ہے اور اس کی گرانقدر مخلوق یعنی انسان پر کسی دوسرے انسان یا انسانوں کی جماعت کو حق حاکمیت حاصل نہیں بلکہ حاکمیت مطلقہ تو صرف خداوند عالم کو حاصل ہے اور اس نے اپنے تمام احکام اپنی مقدس کتاب یعنی قرآن میں جمع کر دیا ہے اور مختلف اعمال کی مزید لازمی تفسیر عملی نمونے کی شکل میں پیغمبر اکرم کی سیرت کی پیروی کا حکم دیا ہے۔ پس قرآنی تعلیمات اور سیرت نبوی پر مشتمل آئین اسلامی ملک وحکومت کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ امت اسلامیہ عالم اور مسلمان علماء وفضلاء کو ہمیشہ اس حقیقت پر مکمل اعتقاد و ایمان تھا لیکن عملی نمونہ کی کمی کی وجہ سے اسلام دشمن طاقتیں اپنے جھوٹے اور بے بنیاد پروپگنڈوں کے ذریعہ عالمی سطح پر اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے میں ہمہ تن سرگرم رہی ہیں لیکن بیسویں صدی کی آخری دہائیوں میں امام خمینیؒ کی قیادت ورہنمائی میں عظیم الشان کامیابی حاصل کرنے والے اسلامی انقلاب نے دنیاوالوں کے سامنے اسلامی جمہوریت کا ایسا نمونہ پیش کر دیا کہ آج دنیا بھر کے مسلمان ہی نہیں بلکہ آزادی وانصاف پر بھروسہ رکھنے والے انسان ہی اسلام کی طرف ہمہ تن مائل ومتوجہ ہیں اور اسلامی ملکوں میں رونما ہونے والی حالیہ انقلابی سرگرمیاں بہر حال حقیقی اسلام محمدی اور سرزمین ایران پر حکمراں اسلامی جمہوریت سے متاثر ضرور ہیں اور عالمی سامراج کی طرف سے ایران کی بھرپور مخالفت ودشمنی بھی اس حقیقت کی نشاندہی کر رہی ہے کہ ایران کے اسلامی انقلاب نے ایک ماڈل اور نمونہ کی حیثیت اختیار کر لی ہے اور مشرق وسطیٰ میں سردست اسلامی بیداری کی لہر دکھائی دے رہی ہے۔

☆☆☆